کسی کو اپنے گھرانے، ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کی عزت وحرمت کے بارے میں غیرت ہوتی ہے۔ اوراس راہ میں محبوب سے محبوب ترشے کی پاسداری اور کسی طرح کا خوف اور طمع حائل نہ ہوسکتا ہو۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی منشا اور مرضی کو عمل میں لانے اوران کی تکمیل کا بے پایاں جذبہ ہو۔ اور آپ ﷺ کے راستہ سے سرموانحراف گوارا نہ ہو۔

۶۔ دنیاوی جاہ وثروت کا طالب نہ ہو، نہ اس کو اپنے عیش وآرام کی فکر ہو۔ دولت دنیا اور لذتِ عیش کے معاملہ سے اس حد تک بے نیاز ہو کہ سوائے اس کے قائد وہادی ﷺ کے اس کی کوئی دوسری مثال نہ ملتی ہو۔

اس کے بعد علی میاں نے جناب صدیق اکبرؓ کے وہ تمام مواقف اور مواقع اپنے موقف کی تائید وحمایت میں ذکر کیے ہیں۔ جو سفر ہجرت جیسا جان جوکھوں میں ڈالنے کا تاریخی واقعہ، رسول اکرم ﷺ کا آپ پر بے پناہ اعتماد، خاندانِ صدیقی کی بے مثال ذکاوت وقربانی، مال وزر کی راہِ اسلام میں نچھاوری، ﴿ثانی اثنین﴾ ہونے کا منفرد اعزاز، قائم مقامی، امامت نماز، فریضہ حج کی قیادت ورہنمائی، آپ ﷺ کی غیر متوقع وفاتِ فاجعہ کے سنگین موقع پر بے مثال قوتِ برداشت، ثابت قدمی، مصیبت کی گھڑیوں میں فیصلہ کن خطاب، ہر موقع پر قرآنی ونبوی ارشادات کا استحضار، فہم وفراست، ارتداد عرب کے نازک موڑ پر '' قدِ انقطعَ الوحیُ وتمَّ الدینُ، أ ُ قصُ الدینُ وأنا حـــیّ '' کا بے باک اعلان واستقلال، اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش کے مقابلہ میں آپ کا پیغمبرانہ کردار، پرآشوب فضا میں جیش اسامہؓ کی بیرون حجاز روانگی کا دوٹوک فیصلہ، مدعیان نبوت کی سرکوبی اور مانعین زکوۃ کو راہ راست پر لانے کے غیر معمولی واقعات وحوادث کا تذکرہ شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ دنیاوی راحت وآسودگی سے بے رغبتی، دنیا طلبی سے پرہیز اور بیت المال سے فائدہ اٹھانے میں انتہائی محتاط رویہ اختیار کرنا وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ [المرتضیٰ ۱۰۰۔۱۱۴]

علامہ ابوالحسن علی ندوی نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال پر قابو پانے کا راستہ اور آپ ﷺ کے بعد منتخب ہونے والے خلیفہ کی خصوصیات بایں الفاظ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کے علمبرداروں کے لیے کھوئی ہوئی شان وشوکت دوبارہ پانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ ایسا خلیفہ منتخب کرلیا جائے جس میں مذکورہ بالا خصوصیات ہوں۔

فکری جنگ

رجعت پسندی اور اسلام

محمد اسماعیل فضلی یگوی

اسلامی معاشرے کی خصوصیات: جب معاشرہ اسلامی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے تو اس میں ناانصافی اور معاشی محرومیوں کی ان تمام ظالمانہ صورتوں کا خاتمہ ہوتا ہے، جو غیر اسلامی معاشروں اور کافرانہ تہذیبوں میں مظلوم اور زیر دست طبقوں کی تقدیر کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اس کی افادیت صرف اس معاشرے کے بارے میں صحیح ہے، جس میں دولت مند افراد اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے پوری طرح آمادہ ہوں۔ اب خوش حال طبقہ اپنے فرائض کی ادائیگی سے پہلو تہی کرے اور راہ الٰہی میں اپنا مال و دولت خرچ نہ کرے تو غریبوں اور مظلوموں کو صبر و سکون سے محرومیوں اور ناانصافیوں کو برداشت کرنے کی تعلیم کیسے دی جا سکتی ہے؟ انہیں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کے خلاف کوئی صدائے احتجاج بھی نہ بلند کریں؟ یقیناً اسلام کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ اس کے نزدیک وہ تمام لوگ جو ناانصافی اور ظلم کے آگے ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور کوئی مزاحمت نہیں کرتے؛ انہیں دنیا و آخرت میں قابل تعریف شمار نہیں کیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إن الذين توفهم الملٓئكة ظالمیٓ أنفسهم قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفينَ في الأرضِ قالوٓا ألم تكن أرضُ اللهِ واسعةً فتهاجروا فيها فأولٓئك مأوٰهم جهنم و سآءت مصيراً ۞ إلا المستضعفينَ من الرجالِ والنسآءِ والولدانِ لا يستطيعونَ حيلةً ولا يهتدونَ سبيلاً ۞ فأولٓئك عسى الله أن يعفوَ عنهم وكان الله عفواً غفوراً ۞﴾ [النساء ۹۷-۹۹] ''جو لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے رہیں ان کی روحیں قبض کرتے ہوئے فرشتے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔ فرشتے کہیں گے: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتے۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے۔ اللہ بڑا معاف فرمانے والا اور خوب درگزر فرمانے والا ہے۔''

اسلام کے بعض معترضین: مستشرقین اور ان کے چہیتے اکثر کہتے پھرتے ہیں کہ اسلامی نظام حیات دورِ جدید کی ضرورتوں اور تقاضوں کا احاطہ نہیں کرتا، جس کی وجہ سے یہ موجودہ زمانے کے لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ان کے نزدیک اسلامی احکامات صرف زمانہ ماضی کے لیے خاص تھے۔ اب نہ صرف ان کی افادیت ختم ہو چکی ہے؛ بلکہ

وہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ان کا کہنا ہے:

۱۔ کیا تم اب بھی سود کی حرمت کے قائل ہو؟

۲۔ کیا تمہاری یہ خواہش آج بھی ہے کہ زکوٰۃ کا پیسہ جس بستی سے جمع کیا جائے وہ لازماً اسی علاقے کے باشندوں کی فلاح پر خرچ کیا جائے؟ اول تو زکوٰۃ ایک غیر ترقی یافتہ طریقہ ہے۔اور دور جدید میں حکومت کی ضروریات کو پورا نہیں کرتا۔ دوم جب کسی خاص علاقے کے غریبوں اور حاجت مندوں میں اسی علاقے کے خوشحال اور صاحب نصاب لوگوں کی زکوٰۃ بانٹی جاتی ہے، تو اس سے ان کی خودی مجروح ہوتی ہے؛ کیونکہ اس کی حیثیت خیرات سے زیادہ نہیں ہوتی!

۳۔ کیا تم شراب نوشی، قمار بازی، اختلاط مرد وزن، رقص وسرور اور داشتائیں رکھنے اور آشنا بنانے پر پابندی لگانا چاہتے ہو؟ حالانکہ یہ سب چیزیں تو اب معاشرتی زندگی کے لیے جزو لاینفک ہیں۔

سود کی معاشی مجبوری: اسلام سود کو ممنوع ہی نہیں، حرام ترین قرار دیتا ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ سود کوئی معاشی مجبوری ہے۔ دور حاضر میں بھی دو نظامہائے حیات یعنی اسلام اور اشتراکیت ایسے موجود ہیں جو سود کو معاشی مجبوری تسلیم نہیں کرتے۔فرق اتنا ہے کہ اشتراکیت کو اپنے نظریات پر عمل کرنے اور زندگی کو ان کے مطابق ڈھالنے کے لیے ضروری قوت واقتدار حاصل ہے، جبکہ اسلام کو اس وقت یہ قوت واقتدار حاصل نہیں۔اگر اسے حقیقی اقتدار حاصل ہوتا تو وہ بھی عملاً دکھا دیتا کہ سود ناگزیر معاشی ضرورت قطعاً نہیں ہے۔ اسلامی نظام معیشت سودی بنیادوں پر استوار نہیں ہوتا، جس طرح آج اشتراکی روس کا معاشی ڈھانچہ سودی بنیادوں پر نہیں؛ بلکہ اس سے آزادی کی اساس پر استوار ہے۔

سود کو کسی طور پر بھی عصر حاضر کی ناگزیر اقتصادی ضرورت قرار نہیں دیا جاسکتا۔اگر یہ ناگزیر ضرورت ہے تو صرف سرمایہ داروں کے لیے ہے، جو اس کے بغیر سرمایہ دار نہیں بن سکتے۔خود مغرب کی چوٹی کے ماہرین اقتصادیات سود کے خلاف ہیں۔اور تنبیہ کرتے ہیں کہ اگر اس پر پابندی نہ لگائی گئی تو رفتہ رفتہ تمام دولت سمٹ کر چند لوگوں کے قبضے میں چلی جائے گی۔اور عوام اقتصادی طور پر تباہ وبرباد ہو کر سرمایہ داروں کے تابع اور غلام بن جائیں گے۔

مغرب کی تاریخ سرمایہ داری ایسی لاتعداد مثالوں سے بھری پڑی ہے، جن سے ماہرین اقتصادیات کے خدشات سو فیصد صحیح معلوم ہوتے ہیں۔اسلام سود اور اجارہ داری کو جو نظام سرمایہ داری کی دو اہم بنیادیں ہیں، آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے جبکہ سرمایہ دارانہ نظام کا کہیں وجود ہی نہ تھا، ممنوع قرار دے چکا ہے۔اسلام کا نازل کرنے والا اللہ قادر وعلیم

ہے، جو اگلی پچھلی نسلوں کے تمام حالات وواقعات پر نگاہ رکھتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ سود سے کیا کیا برائیاں، معاشی خرابیاں اور الجھنیں پیدا ہوسکتی ہیں۔

ذلت آمیز مجبوری: جس ملک یا قوم کی معاشیات کا انحصار غیر ملکی امداد پر ہو، اس کے لیے تو سود ایک ذلت آمیز مجبوری ہے؛ لیکن اسلامی نظام معیشت آزاد و پائیدار بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ دوسرے ملکوں سے اس کے تعلقات مساوات کے اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ بیجا مداخلت اور غلامی کے اصول اسلامی نہیں۔ اسلامی اصولوں کی راہنمائی میں آزادانہ معیشت کا جو نظام وجود پذیر ہوتا ہے؛ وہ دنیا میں ترقی اور سر بلندی کا نشان بن جاتا ہے۔

زکوٰۃ کی صحیح حیثیت: اسلام نے زکوٰۃ کو صاحب نصاب حضرات پر فرض قرار دیا اور فرمایا کہ یہ صاحب نصاب لوگوں سے وصول کر کے اسی علاقے کے حقداروں میں تقسیم کی جائے۔

فی الحقیقت زکوٰۃ امیروں کے مال میں سے غریبوں کا ''حق'' ہے، جس کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں معترضین کے سوال کا جواب یوں ہے کہ اس کی نوعیت مقامی ہے یعنی جس مقام سے زکوٰۃ جمع کی جائے وہیں کے مستحقین میں تقسیم کرنے کے اصول پر کیا جاتا ہے۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہاں کے اکثر دانشور مغرب سے آئے ہوئے ہر نظام اور طریقے کو تو تہذیب کا کمال سمجھ کر گلے لگا لیتے ہیں، مگر وہی چیز جب اسلام ان کے سامنے پیش کرتا ہے، تو وہ اسے رجعت پسندی اور تاریک خیالی قرار دینے لگتے ہیں۔

رجعت پسند امریکہ: اسلام کا نام لینے والے رجعت پسند دانشوروں پر واضح ہو کر امریکہ کا انتظامی ڈھانچہ بھی کامل لامرکزیت کی بنیاد پر قائم ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور انفرادی ریاستوں کے عمومی نظام میں ہر گاؤں اور قصبہ معاشی، سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے ایک مکمل اور آزاد وحدت ہے۔ ان آزاد وحدتوں کی میونسپل کونسلیں ہی اپنے حدود میں بسنے والوں پر ٹیکس عائد کرتی ہیں، انہیں جمع کرتی ہیں اور انہیں اپنے گاؤں یا قصبے کی تعلیمی، طبی، رسل ورسائل اور دیگر معاشرتی ضرورتوں پر خرچ کرتی ہیں۔ اگر ان سب کے بعد کچھ بچ جائے تو اسے شہر یا ریاست کے حکام بالا کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اگر قصبے یا دیہات کے مقامی اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ ہوں، تو خسارے کو ریاست پورا کرتی ہے۔ یہ ایک عمدہ نظام ہے۔ جس میں مختلف انسانی کاوشوں کی اس طرح تقسیم و تنظیم کی جاتی ہے کہ اخراجات کا سارا بوجھ